رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

قادیان

دور جدید

ہفتہ وار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

چہ گویم باتو گر آئی بہ آدر قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ: شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۳۹ | ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳۶ء یوم دوشنبہ | نمبر ۲۹

مولوی رحمت علی صاحب کی مراجعت وطن

۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مولوی رحمت علی صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ چھ سال تک اعلائے کلمۃ الاسلام کے بعد واپس تشریف لائے۔ مولوی صاحب موصوف کا ان ممالک میں دوسرا سفر تھا۔ پہلی دفعہ آپ ۱۷ اگست ۱۹۲۵ء کو جاوا سماٹرا کے لئے مبلغ مقرر ہو کر گئے تھے۔ آپ نے وہاں احمدیہ مشن کی بنیاد رکھی۔ نہایت تندہی سے عیسائیوں سے مناظرے اور مباحثے کئے۔ دن رات تبلیغ کی۔ اور ان تھک کوشش سے سلسلہ کا کام کیا اور ایک جماعت قائم کی۔ اور بڑی کامیابی کے ساتھ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو آپ واپس تشریف لائے۔ اور آپ کے ساتھ ایک جماعت آٹھ مردوں اور ایک خاتون اور ایک لڑکے پر مشتمل تھی۔

دوسری دفعہ آپ پھر ۶ نومبر ۱۹۳۰ء کو جاوا سماٹرا میں تشریف لے گئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ کو جاوا سماٹرا اور بورنیو جزائر کا امیر مقرر ہوا۔

اس دفعہ آپ کا زمانہ قیام چھ سال تک لمبا ہو گیا۔ اس ساری مدت میں آپ کی کامیابی کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اب وہاں احمدیوں کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہے اور گیارہ مقامات میں احمدیوں کی آبادی اکثریت کی آبادی ہے۔

اس شاندار کامیابی کا سہرا جناب مولوی رحمت علی صاحب کے سر ہے۔ آپ کی روانگی پر وہاں کی جماعتیں دیدہ پُر آب تھیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو یہ یقین نہیں آتا تھا کہ مولوی صاحب ان کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

مولوی صاحب کو نہایت شاندار طریقہ سے وہاں کی جماعتوں نے رخصت کیا۔ اور کلکتہ وغیرہ مقامات پر ہر جگہ مولوی صاحب کا شاندار استقبال ہوا۔ قادیان میں جماعت کے اکثر افراد نے۔ نظارتوں نے اور مبلغین نے نیشنل لیگ کور نے استقبال کیا۔ الحکم بھی مولوی صاحب کی کامیاب مراجعت پر صدق دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور اہلاً وسہلاً مرحبا عرض کرتا ہے۔ اور مولوی صاحب کے والد صاحب حضرت بابا حسن محمد صاحب اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو بھی اس مبارکباد میں شامل کرتا ہے۔

قادیان میں سیرت النبی کا شاندار جلوس اور جلسہ

۲۹ نومبر کو حسب معمول سیرت النبی کا شاندار یوم سیرت النبی منایا گیا۔ صبح ۸ بجے جلوس مرتب ہوا۔ جس میں تمام محلوں کے لوگ شریک تھے۔ اور اڑھائی سو کور کے والنٹیر باوردی شامل تھے۔ ہر ایک پارٹی کے پاس الگ جھنڈا تھا۔ ۱۰ بجے تک جلوس پڑھتا ہوا سارے شہر میں گھومتا رہا۔ جلوس ہائی سکول کی گراؤنڈ سے شروع ہوا۔ اور وہیں ختم ہوا۔ ۱۱ بجے پہلا اجلاس زیر صدارت مولوی عبد المغنی صاحب ناظر دعوت و تبلیغ شروع ہوا۔

پہلی تقریر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی ہوئی۔ دوسری تقریر حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب کی تیسری تقریر خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب کی ہوئی۔ آپ نے ایک لطیف نعت بھی پڑھی اس کے بعد جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ کے لڑکوں کی تقریریں ہوئیں۔ اور جلسہ ۱½ بجے ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس

پونے سات بجے شام ہوا۔ جس میں حسب ذیل حضرات نے تقریریں فرمائیں۔ مولوی محمد یار صاحب عارف۔ لالہ دھنی رام صاحب بھلہ۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے۔ مسٹر محمد طفیل صاحب ایم۔ اے۔ مسٹر بینی لوریہ صاحب آف ماریشیس۔ مسٹر عبد الرحیم صاحب شبلی۔ بی۔ کام۔ مسٹر محمد یوسف صاحب بی اے۔ مولوی محمد یار صاحب عارف۔ چوہدری عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے ڈاکٹر محمد ثناء اللہ صاحب۔ موخر الذکر ۴ تقریریں انگریزی زبان میں ہوئیں۔ اس کے بعد شیخ محمود احمد صاحب عرفانی۔ اور جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی تقریریں اردو میں ہوئیں۔ جلسہ ۱۰ بجے شب دعا پر ختم ہوا۔

دوسرے اجلاس کے صدر جناب خانصاحب مولوی فرزند علی خاں صاحب تھے۔ جلوس اور جلسہ کے منتظم اعلیٰ حسب معمول ماسٹر فضل حسین صاحب تھے۔ جنہوں نے باوجود علالت طبع تمام کام بخوبی سرانجام دیا۔ ان کے معاون خلیفہ صلاح الدین صاحب تھے۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر الحکم قادیان سے شائع ہوا۔

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

بیرونِ ہند کے خریداران کے نام کھلا خط

برادران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحکم ۱۸۹۷ء میں اس وقت جاری ہوا۔ جبکہ خدا تعالیٰ کا مسیح (علیہ السلام) ابھی پہلی رات کے ہلال کی طرح تھا۔ اور بہت کم لوگوں کی آنکھیں اس ہلال کو دیکھنے کی طاقت رکھتی تھیں۔ عرفانی کبیر نے اس وقت اس ہلال کو دیکھا اور پہچانا۔ اور الحکم کو جاری کرکے آپ لوگوں کے لئے ایک ایسا آسمانی مائدہ تیار کیا جو آج بھی آپ کو روحانی غذا بہم پہنچا رہا ہے۔ سلسلہ کی الحکم کو وہ خدمت میسر آئی جو اب کسی اخبار کو میسر نہ آئے گی۔ الحکم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا بازو قرار دیا۔ یہ بازو اس زمانے کی یادگار ہے۔ جب خدا کا مسیح اس دنیا میں موجود تھا۔ اور وہ دنیا کو آسمانی وحی سے سرشار فرمایا کرتا تھا۔

الحکم نے خدا کے اس کلام کو محفوظ کیا۔ خدا کے مسیح کے ملفوظات خطبوں اور ڈائریوں۔ فتووں اور خطوط کو محفوظ کیا۔ اس خدمت کا صلہ بے شک الحکم کے بانی اور موسس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے رنگ میں ملے گا۔ اور ملائکہ اس کی تائید اپنی دعاؤں سے کریں گے۔

لیکن میں آپ سے ایک زندہ قوم کے افراد ہونے کی حیثیت سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے بھی اس یادگار کو اور اس بازو کو برقرار رکھنے کی جدوجہد کی؟

آج الحکم جس قسم کی حالت میں سے گزر رہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ الحکم کا ایک ایک پرچہ شائع کرنے کے لئے مجھ کو ذہنی اور دماغی محنت کے علاوہ ایسی مالی پریشانی سے گذرنا پڑتا ہے۔ کہ جسے میں الفاظ میں بیان ہی نہیں کر سکتا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ بعض اوقات ٹکٹوں کے نہ ہونے کی وجہ سے لکھا ہوا اخبار کئی کئی دن لیٹ ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح کبھی کاغذ کی کمی۔ اور کبھی پریس کے بل کی عدم ادائیگی روک اور مانع ہو جاتی ہے۔

ہمارے کرم فرما احباب اس امر کی شکایت تو کر دیتے ہیں کہ اخبار وقت پر نہیں ملتا۔ یا فلاں تاریخ کو اس کا ناغہ ہو گیا۔ مگر کبھی اس امر پر غور نہیں کرتے کہ اخبار کی قیمت وقت پر ادا نہ کرنے سے اخبار کی زندگی پر کیسا اثر پڑتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس قسم کے الفاظ لکھتے ہوئے میرا دل شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور میرے ہاتھ کو جنبش نہیں ہوتی۔ مگر اب ایک طرف الحکم کی موت و حیات کا سوال ہے اور دوسری طرف شرم و حیا کا۔ اس لئے مجبوراً میں آپ احباب کو اس خط کے ذریعے اور الحکم کی سابقہ خدمات کو سامنے رکھ کر ان برادران سے جو بیرون ہند میں الحکم کے خریدار ہیں اپیل کرتا ہوں کہ وہ خدا کے فضل سے مالی مشکلات میں نہیں ہیں اور الحکم کی قیمت ادا کر سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے ان کو کوئی دقت و دشواری نہیں۔ اول تو وہ الحکم کے قیام و بقا کے لئے کچھ نہ کچھ مالی امداد فرماویں۔ اور اگر ان کو اس کی توفیق نہ ملے یا اس کے لئے شرح صدر نہ ہو تو گذشتہ بقائے ادا کر دیں۔ اور ایک سال کی قیمت پیشگی ادا کر دیں۔ تاکہ آئندہ کے لئے اخبار کی کچھ حالت سدھر سکے۔ میں نے اس سے قبل ایک دفعہ ان خریداروں کے نمبر خریداری شائع کر کے ان سے درخواست کی تھی۔ مگر افسوس کہ سوائے ایک دو کے کسی صاحب نے توجہ نہ فرمائی۔ اس لئے اب میں احباب کے اسماء گرامی اور ان کی واجب الادا قیمت شائع کرتا ہوں کہ غیر ممالک میں خط و کتابت کرنے کے لئے جن اخراجات کی ضرورت پڑتی ہے۔ الحکم ان کا بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ وی پی وہاں تک بھیجا نہیں جا سکتا۔ اس لئے میں اس کھلی چٹھی کے ذریعہ آپ کی توجہ کو مبذول کراتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری اس درخواست کو فوری توجہ کی نظر سے دیکھیں گے۔ اور بقائے کے ساتھ ایک سال کی قیمت پیشگی ارسال فرمائیں گے۔ کیونکہ نیا سال شروع ہو رہا ہے۔

(مینیجر اخبار الحکم)

نمبر خریداری	نام خریدار	بقایا ۳۳ء تا ۳۶ء تک	پیشگی ۳۷ء	کل میزان
۳۴۰	بابو سراج الدین صاحب عراقی	۳۶ء ۶ روپے ۱۲ر	۶ روپے ۱۲ر	۱۳ ۸ر
۳۴۱	ڈاکٹر عبد الغنی صاحب کڑک افریقہ	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	[illegible] ۴ر
۳۴۲	ڈاکٹر ولایت شاہ صاحب	۳۶ء ۶ روپے ۱۲ر	〃	[illegible] ۸ر
۳۴۳	جناب محمد عالم صاحب افریقہ	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	〃
۳۴۴	ڈاکٹر فضل دین صاحب یوگنڈا	۳۶ء ۶ روپے ۱۲ر	〃	[illegible] ۸ر
۳۴۷	میاں اللہ دتہ صاحب افریقہ	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	[illegible] ۴ر
۳۴۸	دولت خاں صاحب آسٹریلیا	۳۴ و ۳۵ء ۱۳ روپے ۸ر		اخبار بند ہے
۳۵۱	میرزا یعقوب بیگ صاحب افریقہ	۳۴ تا ۳۶ء ۲۰ روپے ۸ر	〃	[illegible] ۴ر
۳۵۶	ڈاکٹر احمد الدین صاحب افریقہ	۳۶ء ۶ روپے ۱۲ر	〃	[illegible] ۸ر
۳۵۷	شیخ مبارک علی صاحب افریقہ	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	[illegible] ۴ر
۳۵۸	حاجی نور محمد صاحب افریقہ	۳۴ تا ۳۶ء ۲۰ روپے ۴ر	〃	۲۷
۳۵۹	ڈاکٹر محمد یوسف صاحب امریکہ	〃 〃 〃	〃	〃
۳۶۰	ڈاکٹر اے۔ ڈی احمدی یوگنڈا	〃 〃 〃	〃	〃
۳۶۱	ڈاکٹر فضل دین صاحب یوگنڈا	۳۶ء ۶ روپے ۱۲ر	〃	[illegible] ۸ر
۳۶۲	ڈاکٹر شاہ نواز صاحب مگاڈی	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	[illegible] ۴ر

نمبر خریداری	نام خریدار	بقایا	پیشگی ۳۷ء	کل میزان
۳۶۴	امام صاحب مسجد لنڈن	۳۴ تا ۳۶ء ۲۰ روپے ۴ر	۶ روپے ۱۲ر	۲۷
۳۶۵	بی۔ ایس۔ بٹ افریقہ	〃 〃 〃	〃	〃
۳۶۷	مسٹر محمد یوسف صاحب یوگنڈا	〃 〃 〃	〃	〃
۳۶۸	فضل کریم صاحب یون دار السلام	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	۲۰ ۴ر
۳۶۹	رحمت خاں صاحب ہانگ کانگ	۳۵ تا ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	〃
۳۷۰	ضیاء الدین صاحب بغداد	〃 〃 〃	〃	〃
۳۷۱	مسٹر محمد عارف صاحب نیروبی	۳۴ تا ۳۵ء ۱۳ روپے ۸ر	×	×
۳۷۲	سید محمود اللہ شاہ صاحب نیروبی	۳۵ و ۳۶ء ۲۰ روپے	۱۰ روپے	۳۰
۳۷۴	عبد الغنی صاحب	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	۶ روپے ۱۲ر	[illegible] ۴ر
۳۷۶	ملک نصر اللہ خان صاحب یوگنڈا	۳۶ء ۵ روپے	〃	۱۱ ۱۲ر
۳۷۷	نذیر احمد صاحب ملایا سٹیٹ	۳۴ تا ۳۶ء ۲۰ روپے ۴ر	〃	۲۷
۳۷۸	شیخ حبیب اللہ صاحب محمرہ (ایران)	〃 〃 〃	〃	〃
۳۷۹	عطا محمد صاحب بصرہ (عراق)	〃 〃 〃	〃	〃
۳۸۰	ایم۔ ایچ حبوال صاحب افریقہ	۳۵ و ۳۶ء ۱۳ روپے ۸ر	〃	۲۰ ۴ر
۳۸۱	خواجہ غلام حسین صاحب افریقہ	۳۴ تا ۳۶ء ۲۰ روپے ۴ر	〃	۲۷

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی کی قلم سے

(۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اخلاق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق اسقدر بلند وبالا تھے۔ کہ آپ کا ہر ایک خادم اس یقین سے لبریز رہتا تھا کہ میرے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس قدر مجھ سے محبت فرماتے ہیں اور کسی سے محبت نہیں فرماتے۔ ان اخلاق عالیہ کی وجہ سے ہم نے تمام دنیا کو کاٹ کر ایک طرف پھینک دیا اور صرف حضور کے ہی ہو گئے۔

حضور کی سادگی اور محبت ایک ایسی چیز تھی کہ ہم کو آپ کی محبت کے سوا تمام دنیا کی نعمتیں ہیچ نظر آتی تھیں۔ اور ہم ان سے ایسے متنفر ہو گئے تھے کہ آج بھی ہم سادگی سے ہی پیار کرتے ہیں۔ سچ پوچھو تو پیار کرنا ہم نے حضور ہی سے سیکھا۔ اسی لئے وہ آجتک ہم کو ایسا پیارا ہے کہ اس کے بغیر ہماری زندگی کا مزہ جاتا رہا۔ وہ ایک ایسا نور تھا۔ کہ اُس کے بغیر ہم اندھے معلوم ہوتے ہیں۔

حضورؑ نے ہی ہم کو وفا سکھایا۔ اور حضور نے ہی ہم کو باتمیز بنایا تھا۔ آہ! میرے پیارے۔ میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں۔ تیری پاک بہادری نے ہم کو بہادری سکھائی۔ اور تیرے حیا نے ہمیں باحیا بنا دیا۔ تیری چشم پوشی نے ہمیں چشم پوش بنا دیا۔ اور تیرے ہی حلم نے ہم کو حلیم بنا دیا۔ ورنہ ہم میں حلم کہاں تھا۔

آہ! میرے پیارے تیرے دامن کو پکڑ کر ہم نے تیری عفت سے عفت سیکھی۔ ورنہ ہم میں عفت کہاں تھی۔ تیرے ادب سے ہم نے ادب کرنا سیکھا۔ ورنہ ہم میں ادب کہاں تھا۔ میرے پیارے آقا تجھ پر سلام اور رحمتیں ہوں۔ تو ایسا کامل استاد تھا کہ تو نے ہم کو سب کچھ سکھا دیا۔

میرے پیارے آقا! میرے اختیار کی بات نہیں۔ ورنہ تیری جدائی بہت شاق ہے۔

میرے پیارے آقا! میں وہی شیخ محمد اسماعیل سرساوی ہوں جس سے تو ایسا پیار کرتا تھا کہ میں تیرے ہاتھ سے وہ شیریں مٹھائیاں اور دودھ پیتا تھا۔ کہ دوسروں کو حیرانی ہوتی تھی۔

حضور علیہ السلام نے اپنی مجلسوں میں اپنی نبوت کا ذکر فرمایا۔ مگر نہ آپ نے اپنے کو کبھی شرعی نبی کہا۔ بلکہ حضور فرمایا کرتے تھے کہ شرعی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے۔ اور قرآن کریم ہی آخری اور کامل کتاب ہے

ہاں

آپ کے بعد آپ کی شریعت پر چل کر آپ کے فیض سے حصّہ پاکر نبوت مل سکتی ہے

بارہا

آپ نے فرمایا کہ میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے جدا نہیں۔ میری نبوت آپ کی نبوت منوانے کے لئے ہے۔ اور میرے معجزات آپ کے معجزات منوانے کے لئے ہیں۔ میری نبوت آپ کی نبوت کا عکس ہے۔ ورنہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ جو کچھ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مجھے اس پاک کامل۔ اطہر نبی کے فیض سے حصّہ ملا ہے۔

حضورؑ اکثر نئے آدمیوں کے آنے پر ایسی تقریریں فرمایا کرتے تھے۔ اور ہم لوگ بھی نئے آدمی کی انتظار میں رہتے کہ کوئی آئے تو ہم بھی سن لیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے

ایک شخص باہر سے آیا اور اس نے بڑے ادب سے سوال کیا۔ کہ کیا آپ کا دعویٰ نبی ہونے کا ہے؟ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ مگر میرا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت منسوخ کرنے کا نہیں۔ میری نبوت تو آپ کی شریعت پر چلنے سے اور آپؐ کے فیض سے ملی ہے۔ اور آپؐ کی نبوت کو منوانے کے لئے ملی ہے۔ وہ شخص یہ سن کر بالکل خاموش ہو گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے

ایک فقیر صاحب آئے۔ انہوں نے گفتگو کرتے کرتے یہ کہا کہ پچھلے ولیوں کو تو کشفِ قبور ہوا کرتا تھا۔ آپ کو بھی ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ ہم پچھلوں پر کوئی حملہ نہیں کرتے۔ انہوں نے اگر ایسا کیا تھا۔ تو گزر گئے۔ اور اپنی نیک نیتی سے جو کر گئے ان کو ثواب ہوگا۔ مگر آپ کا تو یہ زمانہ ہے آپ کو خو سمجھنا چاہئیے کہ کشفِ قبور سے اسلام کو کیا فائدہ ہوگا۔ اگر کسی کو کشفِ قبور ہوتا ہے کبھی ایسے شخص نے آپ کو بھی کشف قبور کرایا ہے۔ فقیر صاحب بولے مجھے تو کبھی کسی نے نہیں کرایا۔ تو پھر آپ کو کس طرح یہ یقین ہو گیا۔ کہ فلاں شخص کو کشفِ قبور ہوتا ہے۔ اگر اس کو بھی نہ ہوتا ہو اور وہ یونہی باتیں ہی بناتا ہو۔ وہ فقیر ہنس پڑا۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ آپ سارے قرآن کریم کو پڑھ کر دیکھ لیں۔ اور ساری حدیثیں بھی پڑھ کر دیکھ لیں۔ پھر بھی یہ بات نہ ملے گی کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف قبور ہوتا تھا۔ پس ہم کیسے ایسے عقیدہ کے قائل ہو جاویں

پھر فرمایا

اگر کسی وقت ہمیں ایسی ضرورت پڑ جاوے کہ کشفِ قبور سے اسلام کے زندہ ہونے کا یقین ہو جائے۔ تو ہم تو ایسے کشفِ قبور کو مانتے ہیں کہ ہم بھی قبر والے سے باتیں کریں۔ اور دوسرے سے بھی باتیں کرا سکتے ہیں۔ ورنہ یوں تو ہم اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ کشفِ قبور سے اگر اسلام کو فائدہ نہیں۔ تو کشف قبور ہمیں کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اور جس چیز سے اسلام کو فائدہ نہ ہو وہ عبث ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سیدھے سادھے زمیندار وارد قادیان ہوئے۔ جن کا نام حضرت میاں قطب دین صاحب مرحوم ومغفور تھا۔ ان کا قد میانہ تھا۔ مضبوط جسم تھا۔ گول چہرہ۔ بالوں دار داڑھی تھی۔ ان کے چہرہ سے عشق الٰہی ظاہر ہوتا تھا۔ آکر حضرت خلیفہ اوّلؓ کے مطب میں بیٹھ گئے۔ نہ ان کو آرام کا خیال تھا۔ اور نہ کھانا کھانے کا۔ ظہر کی اذان کی طرف کان لگے ہوئے تھے۔ تا کہ اذان ہو اور مسجد میں جا بیٹھوں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہو سکوں۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کب گھر سے چلے تھے۔ کہا کہ کئی دن کا چلا ہوا ہوں۔ آج پہنچا ہوں۔ الحمد للہ دل کی مراد بر آئی ہے۔ کئی دفعہ کہا گیا کہ آپ کھانا کھالیں ابھی ظہر کی نماز میں دیر ہے۔ مگر نہ مانے۔ پھر کہا کہ اچھا ہمیں لے آتے ہیں۔ تب کہا کہ نہیں میں جا کر کھانا کھاؤں گا۔ لنگر خانہ جا کر کھانا کھایا اور جلدی سے واپس۔ اور وضو کر کے مسجد کو چلے گئے۔ سنت پڑھ کر حضور کی کھڑکی کے پاس بیٹھ گئے۔ حضور جب تشریف لائے۔ تو بابا قطب الدین صاحب کو مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور اس طرح سے ملے جیسے کوئی لمبے عرصے کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے سے ملے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور پُر نور نے بابا قطب الدین صاحب سے فرمایا۔ میاں قطب الدین صاحب آپ اچھے تو رہے۔ عرض کی۔ ہاں حضور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج پھر مجھے حضور کی زیارت کرا دی۔ الحمد للہ میری آرزو پوری ہو گئی۔ فرمایا میاں قطب الدین دیکھو اگر کوئی تکلیف ہو تو مجھے بتلا دینا۔ کب تک ٹھہرو گے؟ عرض کی حضور ابھی تو میں ٹھہروں گا۔ تب پھر حضور نے تاکید فرمائی۔ کہ دیکھو میاں قطب الدین کوئی تکلیف نہ اٹھانا۔ مجھے ضرور بتلا دینا

شرح درثمین فارسی

از جناب قریشی محمد صادق صاحب شبنم - بی - اے (سرحدی)

گذشتہ سے پیوستہ

بر یکے حال ہست در ہمہ حال
رہ نیابد بدو فنا و زوال

وہ ہمیشہ ایک حال میں رہتا ہے - نہ اس کے لئے فنا ہے اور نہ زوال ہے ۔

چونکہ وہ ہمیشہ ایک حال میں رہتا ہے - اس لئے زوال نہیں آسکتا - کیونکہ زوال تو تبدیلی حالت کا نام ہے - اور زوال کا انجام فنا ہے - لیکن جب زوال نہیں تو فنا ناممکن ہے خدا چونکہ ہمیشہ ایک حال میں رہنے والا ہے - عمر کے مختلف منازل مثلاً بچپن - جوانی بڑھاپا اور پھر آخر میں موت اس کے لئے نہیں - اس لئے اس کے جملہ اوصاف بھی ایک ہی حالت میں ہیں - جیسے پہلے رحیم و رحمٰن تھا اب بھی ہے - آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے رہیگا - جس طرح پہلے کلیم تھا - ملہم تھا - اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے - اور اس کے الہام کے دروازے اب بھی کھلے ہیں - الغرض اس کی ہر صفت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی - اُن میں تعطل یا زوال نہیں آسکتا -

نیست از حکم او بروں چیزے
نہ ز چیزے ست او نہ چوں چیزے

اُس کے حکم سے کوئی چیز باہر نہیں - نہ کوئی چیز اُس کی مانند ہے - اور نہ وہ کسی چیز کی مانند ہے -

یا دوسرے مصرع کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نہ وہ کسی چیز سے پیدا شدہ ہے - اور نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے یعنی لیس کمثلہٖ شیئٌ کا مصداق ہے ۔

اگر اُس کو کسی چیز سے مشابہت ہوتی - تو اُس کی طاقت اور قدرت کے بارے میں بدظنی ہو سکتی - یعنی کہا جاسکتا کہ چونکہ یہ فلاں چیز کے مشابہ ہے - اس لئے جو طاقت اور قدرت فلاں چیز کی ہے اس کی بھی اتنی ہی طاقت اور قدرت ہو گی - اور اگر وہ کسی چیز سے پیدا ہوتا تو کہا جاسکتا کہ چونکہ اس کے اصل کی طاقت محدود ہے - اس لئے اس کی طاقت بھی محدود ہو گی - لیکن چونکہ وہ ہر چیز سے برتر اور ممیّز ہے اس لئے اس حقیقت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا - کہ اُس کے آگے کوئی چیز انہونی نہیں - اگر ماسوا میں سے ہر چیز کی طاقت اور قدرت کا اندازہ ہو بھی جاوے - تب بھی چونکہ کوئی چیز اُس جیسی نہیں - اس لئے وہ اندازہ اسی کی طاقت و قدرت کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا -

نتواں گفت ازمیں اشیا ست
نے تواں گفتن اینکہ دوراز ماست

نہ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اشیاء کو چھوتا ہے - اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہم سے دور ہے ۔

قرآن شریف میں اللہ جلشانہٗ نے اپنے متعلق فرمایا ہے کہ نَحْنُ اقرب الیہ من حبل الورید یعنی میں انسان کی شہ رگ سے بھی اُس کے زیادہ قریب ہوں - اب یہ ظاہر ہے کہ شہ رگ پر زندگی کا دارومدار ہے - تو اس صورت میں آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ انسان کا دارومدار جس قدر اپنی شہ رگ پر ہے اس سے زیادہ اور اکمل طور پر خدا کی محبت اور عشق پر ہے - جو شخص اپنا پیوند خدا سے لگائے تو جس طرح قطرہ دریا میں ملنے سے دریا کی زندگی پاتا ہے - اسی طرح وہ شخص حیات جاوداں حاصل کرے گا - اور یہی وجہ ہے کہ صوفیا عشقِ حقیقی کو ہمیشہ کی زندگی کہتے ہیں - حافظ شیرازی کا شعر ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت اقدس کے شعر کا مفہوم آسان الفاظ میں یہ ہے کہ اگرچہ خدا مادی نہیں - اور اس لئے مادی حواس سے ہم اس کی ذات کا علم حاصل نہیں کر سکتے - لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیئے - کہ ہم خدا کے ساتھ کوئی تعلق قائم ہی نہیں کر سکتے خدا ہم سے دور نہیں - خدا اپنے بندوں کی جان ہے جو شخص خدا سے دُوری حاصل کرے گا وہ اپنی جان کھوئیگا یہی مادی انسان روحانیت میں ترقی کر کے لطیف تر ہو سکتا ہے - جس قدر مادی دنیا سے اُس کا تعلق قطع ہوتا رہے گا اسی قدر وہ خدا کے قرب کو حاصل کرتا رہے گا ۔

ذاتِ او گرچہ ہست بالاتر
نتواں گفت زیرِ اوست دگر

اگرچہ اُس کی ذات بالاتر ہے - لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اُس کا کوئی نائب بھی ہو گا ۔

لفظ بالاتر میں چونکہ مراتب کی نسبت پائی جاتی ہے - اس لئے جب یہ لفظ خدا کے متعلق استعمال کیا جائے تو یہاں اس نسبت کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیئے - یعنی یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ چونکہ وہ خدا بالا و برتر ہے اس لئے کوئی اور خدا بھی ہو گا جو اُس سے مرتبہ میں نسبتاً چھوٹا - اور اس کا مددگار ہو گا - کیونکہ ماتحت اور نائب کا کام ہی اپنے اعلیٰ حاکم کو مدد دینا ہوتا ہے - اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں - چاہے نسبتی اندازہ کتنا ہی چھوٹا لگایا جائے - جب یہ کہا جائے کہ وہ بالاتر ہے تو اس سے یہ مراد ہوتا ہے کہ باقی سب محکوم ہیں صرف وہ اکیلا ہی حاکم اور آمر ہے اس کا شریک کار کوئی نہیں - نائب کی ضرورت [illegible] ہوتی ہے جب اصلی حاکم کو انتظام میں مدد کی ضرورت محسوس ہو - اور اس قسم کی ضرورت حاکم کی مجبوری پر دلالت کرتی ہے - لیکن خدا نہ مجبور ہے نہ معذور - اُس کی طاقت بے حد اور اُس کی قدرت بے انتہا ہے - اس لئے اُس کو نہ کسی نائب اور مددگار کی ضرورت ہے - اور نہ اس کا کوئی نائب اور مددگار ہے

ہر چہ آید بفہم و عقل و قیاس
ذاتِ او برتر است زاں وسواس

خدائی صفات کے متعلق انسانی سمجھ و عقل اور قیاس میں جو کچھ آسکتا ہے وہ وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا - حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ذات اس قسم کے وہم سے برتر ہے - یعنی انسان کا اندازہ چاہے کتنا ہی بڑا ہو پھر بھی خدائی صفات تک نہیں پہنچ سکتا ۔

آج کل سائینس کی ترقی کی وجہ سے کمزور طبع لوگوں کے خدا کے متعلق عقائد میں تنزل آگیا ہے - اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نعوذباللہ خدائی کاموں پر تصرف حاصل ہو گیا ہے یا مستقبل کے متعلق قیاسات کر کے اندازہ لگاتے ہیں کہ سائینس مزید ترقی کر کے نیچر کی جملہ طاقتوں پر قبضہ کرے گی - اور اس طرح گویا خدائی صفات نعوذباللہ مسخر ہو جائے گی - اور جب انسانی ادراک ان تک پہنچتا ہے - تو کیونکر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ خدا لامحدود طاقت اور قدرت کا مالک ہے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ یہ اور اس قسم کے دیگر تمام قیاسات وہم ہیں - سائینس ہزار ترقی کرے - خدا کی قدرت کی حد تک نہیں پہنچ سکتی - خدا جو کچھ کرتا ہے - وہ خاص حکمت کے ماتحت کرتا ہے - چونکہ وہ بحیثیت خالق ہونے کے مخلوق کی ربوبیت اور ان کی ترقی مدارج کا بھی ذمہ وار ہے - اس لئے حسب ضرورت وہ انسانی عقل کو بعض انکشافات عنایت فرماتا ہے - انسانی زندگی کے لئے انسان کے قویٰ کے مطابق ارتقائی منازل مقرر ہیں - اور اسی ارتقاء کی نسبت سے خداوند تعالیٰ ان کی ضروریات کے مطابق اپنی قدرت کے بعض راز اس پر کھولتا ہے - سائینس کی ترقی اسی ذیل میں ہے - سائینس تو ایک تحقیق اور تجسس کا نام ہے - اس کو ایجاد کی قدرت حاصل نہیں - اور معلم اعلیٰ صرف خدا ہی ہے - کیونکہ جس نے قانون بنایا وہی اس قانون کو سکھا سکتا ہے - اور کوئی نہیں - سائینس محتاج ہے دماغی ارتقاء کی - اور دماغی ارتقاء منحصر ہے خدا کی مرضی اور حکمت پر -

پس انسانی عقل اور قیاس خدائی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا ؛ (باقی آئندہ)

الحکم کا سال ۱۹۳۶ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ مشکلات میں گذرتے ہوئے اور باوجود فقدان صحت کے - اور بہت سے دوستوں کے حوصلہ شکن رویہ کے الحکم اس سال کو ختم کرنے کے قریب ہو رہا ہے - جو امید ہے کہ ۲۱ دسمبر کو ختم ہو جائیگا - اس کے بعد ۲۸ دسمبر کا پرچہ حسب معمول بوجہ سالانہ جلسہ شائع نہیں ہو گا - اور نئے سال کی جلد کا آغاز ۱۴ جنوری ۱۹۳۷ء سے ہو گا - وباللہ التوفیق - اس مناسبت سے احباب سے یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے ادا فرمائیں - تاکہ اگلے سال کے

کلکتہ سے قادیان تک پیادہ پا

شوق و محبّت کی داستان۔ پُرخطر جنگلوں کا سفر درندہ صفت انسانوں سے واسطہ

ایک احمدی سیاح کی ڈائری

(گزشتہ سے پیوستہ)

قریباً گیارہ بجے ایک مسلم بستی میں پہنچا۔ اس وقت ایک جگہ بہت سے مسلمان بیٹھے تھے۔ اور کھانے کا وقت بھی تھا۔ میں پانی پینے کے ارادہ سے وہاں گیا۔ مگر دل میں یہی بات تھی کہ پنجاب کے مسلمانوں کا امتحان کرنا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے سے پانی تو مل گیا مگر کھانے کو کسی نے نہ پوچھا۔ میں وہاں سے روانہ ہوا۔ اور ایک اور بستی میں پہنچا۔ وہاں پانی بھی نہ ملا۔ میں آگے روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک سادھو سے ملاقات ہو گئی۔ اب ہم دونوں چلے۔ تھوڑی دور جا کر ایک اور گاؤں آگیا۔ سادھو ایک ہندو کے گھر گیا۔ اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کہ تھوڑی دیر آرام کر کے پھر آگے چلیں گے۔ میزبان ہم دونوں کے لئے کھانا لایا۔ کھانے سے ہم فارغ ہو کر آگے چلے۔ اور میں شام کے وقت دہلی سے ۴۸ میل کے فاصلہ پر مرتھل میں پہنچا۔ یہاں کے مسلمان بڑے شریف اور مہمان نواز ہیں۔ میں نے بڑے آرام سے رات گذاری۔

نوٹ:۔ یہ یاد رہے کہ اب فاصلہ دہلی سے شمار ہوگا۔

۱۴ر جولائی ۳۶ء کو دن کے دس بجے میں ایک اور مسجد میں پہنچا۔ اور تین بجے وہاں سے آگے روانہ ہوا۔ ظہر کی نماز میں نے وہیں مسجد میں پڑھی۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ اس ملک میں مسافر کی کیا قدر ہوتی ہے۔ یہاں بھی گذشتہ روز کی طرح معاملہ ہوا۔ اور رات کو ۶۴ میل کے فاصلہ پر سمالکھان میں ٹھہرا۔ رات آرام سے بسر کی۔ مگر مچھروں کی زیادتی کی وجہ سے رات کے بارہ یا ایک بجے آگے روانہ ہو گیا۔ اور پانی پت میں فجر کی نماز ادا کی۔

۱۵ر جولائی کو پانی پت سے چل کر دن میں تین مساجد میں ٹھہرتا ہوا شام کو کرنال پہنچا۔ جو دہلی سے ۷۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ کرنال میں تین مسجدوں میں ٹھہرنے کے لئے گیا۔ مگر کہیں اجازت نہ ملی۔ آخر رات کو ناامید ہو کر کہ اب کہیں جگہ نہ ملے گی آگے روانہ ہوا۔ راستے میں بو علی قلندر کی درگاہ مل گئی۔ اور میں وہاں ٹھہرا۔ اس رات میں بالکل سو نہیں سکا۔ کیونکہ دن میں چلتے وقت پاؤں میں کانٹا چبھ گیا تھا۔ اور میں اس کو نکال نہ سکا۔ دوسرے میں نے دھوپ میں سفر کیا تھا۔ تیسرے میں بھوکا بھی تھا۔ اس لئے رات بڑی تکلیف سے گذاری۔

۱۶ر جولائی کو میں پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے صرف چھ میل چل سکا۔ اور شام کو شام گڑھ ۸۰ میل کے فاصلہ پر ٹھہر گیا۔ شام گڑھ کی مسجد کا امام آسام کا رہنے والا تھا۔ اس کا ضلع اور میرا ضلع آپس میں ملحق ہیں۔ نیز ہم دونوں ہم زبان بھی ہیں۔ جب میں نے بتایا کہ میں وہاں کا رہنے والا ہوں۔ تو وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ کہ کم از کم ایک ہفتہ میرے پاس ٹھہرو۔ جب طبیعت کو سکون حاصل ہو جائے تو آگے جانا۔ اس رات میں نے ایک خواب دیکھا۔ جو صداقت احمدیت کے بارہ میں میرا پہلا خواب تھا۔ اس خواب کی وجہ سے میں جو وہاں ٹھہرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ آگے روانہ ہو گیا۔ اور پاؤں کی تکلیف کی کوئی پرواہ نہ کی۔ دن بھر میں کل دس میل فاصلہ طے کیا۔

۱۷ر جولائی کو دہلی سے نوے میل کے فاصلہ پر سوانا ٹھہر یہاں کی مسجد کا امام پشاور کا رہنے والا اور شریف آدمی تھا۔ میں بڑے آرام سے رہا۔

۱۸ر جولائی کو سوانا سے چل کر قریباً دس بجے ایک گاؤں میں پہنچا۔ وہ مسلمانوں کی بستی تھی۔ میں وہاں مسجد میں بیٹھا رہا۔ ظہر کے وقت میں نے اذان دی۔ اور نماز پڑھی۔ مگر گاؤں والوں سے کوئی نماز پڑھنے نہ آیا۔ اور نہ کسی نے کچھ پوچھا۔ لوگ صرف نام کے مسلمان تھے۔ آخر میں وہاں سے چلا۔ قریباً تین بجے کے قریب سڑک پر ایک ہندو پانی پلانے والا ملا۔ اس نے مجھے آواز دی کہ پانی پی لو۔ مگر میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ میں خالی پیٹ تھا۔ اور اس طرح پانی پینے سے تکلیف بڑھ جاتی۔ غرض دو تین آوازیں دینے کے بعد اس نے کہا۔ کہ بات تو سن جاؤ۔ میں اس کے پاس گیا۔ تو اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم بھوکے ہو اس کے پاس ایک آدمی کا کھانا رکھا تھا۔ وہ اس نے مجھے دیا جو میں نے کھا لیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں آگے روانہ ہو گیا اور شام کے قریب رتن گڑھ پہنچا۔ جو دہلی سے ۱۰۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور رات کو وہاں بھی آرام سے رہا۔

۱۹ر جولائی کو رتن گڑھ سے چل کر شاہ آباد ہوتا ہوا انبالہ چھاؤنی کی طرف چلا۔ اس روز بھی ایک مسجد میں ٹھہرا۔ جب انبالہ چھاؤنی قریباً تین میل رہ گئی۔ تو میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک سادھو ادھر آ نکلا۔ اس نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ اور کہاں جاؤ گے۔ غرض میں نے بتایا اس نے میری آواز سے پہچان لیا کہ میں بھوکا ہوں۔ اس کے پاس کھانا تھا جو اس نے مجھے دیا۔ اور میں نے کھایا۔ پھر اس نے کہا کہ بستی کے اندر چلو۔ وہاں سیدوں کی آبادی ہے میں وہاں چل کر تمہارے کرائے وغیرہ کا بندوبست کرا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نہیں مانگوں گا۔ اس نے کہا اچھا میں خود مانگوں گا۔ غرض اس سادھو نے بہت زور لگایا۔ مگر میں نہ مانا اور گاؤں میں نہ گیا۔ اور وہاں سے آگے چلا۔ اور انبالہ چھاؤنی ہوتا ہوا انبالہ شہر پہنچا۔ انبالہ چھاؤنی دہلی سے ۱۲۰ میل ہے۔ اور انبالہ شہر ۱۲۵ میل۔ میں اسی دن آگے روانہ ہو گیا۔ اور راج گڑھ میں ۱۲۹ میل پر جا کر ٹھہرا۔

۲۰ر جولائی راج گڑھ سے روانہ ہو کر راجپورہ ۱۳۶ میل پہنچا۔ میں قریباً ۹ بجے راجپورہ پہنچا۔ اور ایک مسجد میں ٹھہرا چونکہ دھوپ زیادہ تھی۔ اس لئے میرا ارادہ تھا کہ آج یہاں ہی قیام کروں۔ مگر امام مسجد نے آ کر کہا۔ کہ یہاں سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک مسجد ہے تم وہاں چلے جاؤ وہاں تمہارا انتظام ہو جائے گا۔ راجپورہ سے سنور ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ غرض میں امام کے کہنے کے مطابق ڈیڑھ میل کی بجائے آٹھ میل چلا۔ مگر مجھے کوئی مسجد نہ ملی۔ راستے میں مجھے پیاس نے ستایا۔ ایک گاؤں کے قریب ایک جلاہے کا مکان تھا (وہ لوگ جلاہوں کو مومن مسلمان کہتے ہیں) میں اس کے پاس گیا اور پانی مانگا۔ تو اس نے کہا پنڈ میں جاؤ۔ میں سمجھا کہ شاید سرائے کو پنڈ کہتے ہیں۔ آخر میں نے گاؤں کے اندر پنڈ کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ ایک جگہ دو ہندو لوہار کام کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ پنڈ کہاں ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ یہی پنڈ ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ تم بھوکے معلوم ہوتے ہو۔ ان میں سے ایک آدمی گیا اور کھانا لایا۔ مسلمانوں نے تو پانی تک نہ دیا مگر ہندوؤں نے روٹی کھلائی۔

سنور

سنور دہلی سے ۱۴۰ میل ہے۔ اور کلکتہ سے ۱۰۳۴ میل ہے۔ سنور جب میں نے ڈاکٹر محمد صدیق صاحب کے لڑکے امتیاز احمد کو دیکھا۔ تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور ایسا معلوم ہوا جس طرح سمندر میں ڈوبتے ہوئے انسان کو سہارا مل جاتا ہے۔ میں اس کو جانتا تھا۔ کیونکہ وہ گذشتہ سال برما میں آیا تھا۔ اتنے عرصے کے سفر اور اکثر اوقات کھانا نہ ملنے کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گیا تھا۔ اور اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ کسی درخت پر چڑھ کر آم یا جامن کھا سکوں۔ اگرچہ سب درخت سرکاری تھے۔ اور کسی قسم کی ممانعت نہ تھی رستہ میں چلتے وقت تو میں متوالا ہوتا تھا۔ اور جوش میں چلا جاتا تھا۔ بلکہ کوئی طاقت خود بخود مجھے کھینچے لئے جاتی تھی۔

سنور میں احمدیوں سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب ان کا لڑکا اور دیگر احمدی احباب مجھے پیار کرنے لگے۔ اور میں آرام سے دن گزارنے لگا۔ ہر روز پیالہ آتا تھا۔ اور مشہور مقامات دیکھتا تھا۔ پھر میں نے سنور سے ڈاکٹر محمد صدیق صاحب کو خط لکھا۔ اور اپنے قادیان جانے کے ارادہ سے سنور تک پہنچنے کی اطلاع دی۔ اس سے پہلے میں نے ان کو بالکل نہیں بتلایا تھا۔ اگر میں انکو بتاتا۔ اور پھر میں بیعت نہ کرتا تو ان کو تکلیف ہوتی۔

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ

(۲)

پانی کی بندش

لوگوں نے ہمارا پانی بند کر دیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے پانی لینے سے ان کے کنوئیں ناپاک ہو جاتے ہیں۔ آخر ہم نے دو شخصوں پر دعویٰ کیا۔ جس ڈپٹی کے پاس مقدمہ گیا۔ اس نے دیکھ کر کہا۔ واہ یہ تو عجیب بات ہے۔ رات میں میرزا صاحب کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ صبح کو میرے پاس مقدمہ آ گیا۔ لوگوں کو یہ سن کر خیال ہوا کہ یہ ڈپٹی بھی دراصل احمدی ہے۔ اس مقدمہ کی سماعت کے لئے شہر کے بہت سے لوگ کچہری میں آئے ہر مذہب و ملت کے وکلاء نے بھی ہماری مخالفت میں مخالفت نامے لکھ کر پیش کئے کہ ہم وکالت مفت کریں گے۔ ہمارے ساتھ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہ تھا۔ اور ہم کو اس کی ضرورت مقدمہ کی سماعت ہوئی۔ ڈپٹی نے سماعت کے بعد فیصلہ سنانے کے لئے ایک ہفتہ کی تاریخ دی۔ تاریخ مقررہ پر تمام شہر فیصلہ سننے کے لئے ٹوٹ پڑا۔ ڈپٹی نے فیصلہ یہ دیا۔ کہ ساڑھے اٹھائیس روپے فی کس جرمانہ۔ اور اگر جرمانہ ادا نہ کریں تو دو دو ہفتہ قید محض سزا۔

وہ اس وقت جرمانہ ادا نہ کر سکے۔ اس لئے ان کو ہتھکڑیاں لگائی گئیں۔ اور جیل میں بھیج دیئے گئے۔ دوسرے دن ان کے رشتہ داروں نے زیور گروی رکھ کر جرمانہ ادا کیا۔ اور ان کی رہائی ہوئی۔ ڈپٹی نے تو ان کو جرمانہ کی سزا دی تھی۔ مگر ہمارے خدا نے ان کو جرمانہ اور قید دونوں قسم کی سزا دے دی

مخالفین کے جلسہ میں

میں نے فتنہ سے بچنے کے لئے مخالفین کے جلسوں میں جانا چھوڑ دیا تھا۔ ایک دن ایک سوداگر محمد ہاشم سرمہ فروش کے ہاں جلسہ ہوا۔ ظفر یار خاں مجھے زبردستی لے گئے۔ ان دنوں میں حقہ اور پان استعمال کرتا تھا۔ ان لوگوں نے میری حقہ اور پان سے تواضع کرنی چاہی۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔

ان لوگوں نے مجھے کہا کہ میرزا صاحب کے دعویٰ کو قرآن شریف سے ثابت کرو تو ہم مانیں گے۔ میں نے فوراً سورۃ مزمل کی یہ آیت پڑھی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا جب میں نے تفسیر شروع کی تو

مخالفوں نے فوراً آثار محشر کے اشعار پڑھنے شروع کر دیئے میں نے کہا کہ آپ لوگوں نے مجھ سے مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت قرآن شریف سے مانگا ہے۔ اب جب میں نے قرآن شریف سے ثبوت دینا شروع کیا۔ تو آپ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ مگر انہوں نے میری ایک بات نہ سنی۔ اور کہا کہ ہمارا مولوی حجاز کو چلا گیا ہے۔ ورنہ اس سے گفتگو کراتے۔

ایک پادری سے گفتگو

ایک مجلس میں جہاں غیر احمدی جمع تھے۔ ایک پادری نے تعدد ازدواج کو گناہ قرار دیا۔ مسلمان جواب نہ دے سکے اور ہنستے رہے۔ میں نے مسلمانوں کو بتلایا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا ہے۔ آپ لوگوں کو غیرت کرنی چاہیئے۔ پھر میں نے پادری سے پوچھا۔

حضرت مریم علیہا السلام جو آپ کے خداوند کی ماں ہیں ان کے متعلق ان بزرگوں کا یہ فیصلہ تھا کہ وہ بیت المقدس کی نذر ہیں۔ اور وہ تارکہ رہیں گی۔ مگر پھر عین ان ایام میں جبکہ حضرت مسیح ان کے بطن میں تھے۔ کیوں ان کا نکاح یوسف نجار سے کیا گیا۔ پادری اس کا کچھ جواب نہ دے سکا۔

میں نے یہ باتیں اس لئے لکھائیں تا معلوم ہو کہ کس طرح حضرت محمد خاں صاحب کی بات خدا نے پوری کی۔ جو انہوں نے میرے کپورتھلہ سے چلنے کے وقت کہی کہ۔

مومن کو خدا اکیلا نہیں چھوڑتا۔

نیز یہ معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہی برکت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

کہ ”اگر کوئی میری صحبت میں آ کر رہے تو اسے
اگر مشرق و مغرب کے علماء آ کر پھیرنا چاہیں تو
نہیں پھیر سکیں گے“۔

بے شک یہی رنگ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والوں کا تھا۔

ایک لطیفہ

ہمارے متعلق یہ فتویٰ تھا کہ جو ان کی چیز کھائے گا وہ بھی قادیانی ہو جائے گا۔ ایک دن ہم کو لطیفہ سوجھا۔ ہم نے سہارنپور سے گنے منگوائے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اور رمضان شریف کا مہینہ ہم نے ایک بڑا میز اور بارہ کرسیاں لگا دیں۔ آتے جاتے لوگ افطاری کرنے لگے۔ مگر جیسے ہی افطاری کر کے جاتے یہ شور پڑ جاتا کہ فلاں قادیانی ہو گیا ہے۔

سید صاحب بات کرنے میں جھجکتے نہیں تھے

سید صاحب کی عادت تھی کہ وہ حق بات کہنے میں ذرا پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ پادری ٹھاکر داس نے رات کو لیکچر دینا تھا۔ چوک میں بجلی کا بڑا ہنڈا لگایا۔ تو پادری ٹھاکر داس مذاق سے کہنے لگا۔ کہ میرزا جی دیکھئے مسیحی روشنی کیسی پھیلی ہوئی ہے سید صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جھٹ ایک پتھر اٹھا لیا۔ اور کہا کہ پادری صاحب دیکھئے یہ ہے اسلامی پتھر۔ اگر فرمائیں تو اس اسلامی پتھر سے مسیحی روشنی بجھا دوں۔ اس پر لوگ ہنس پڑے اور پادری صاحب شرمندہ ہو گئے۔

اسی طرح پھر کوئی بات ہوئی تو سید صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک روایت بیان فرمائی تو ایک انسپکٹر صاحب پولیس بول پڑے کہ رسول خدا کی مثال کیوں دی ہے۔ تو سید صاحب نے فوراً کہا کہ انسپکٹر صاحب معاف کیجئے غلطی ہوئی مجھے آپ کے والد بزرگوار کی کوئی مثال یاد نہ تھی جو پیش کر دیتا۔ انسپکٹر صاحب بھی شرمندہ ہوئے۔ اور بعد میں معذرت خواہ بھی ہوئے۔

میرزا جی

اکثر لوگ آپ کے ایام ملازمت میں آپ کو میرزا جی کہنے لگے تھے۔ ان کے بھائی ہمیشہ ناراض ہوتے کہ تم میرزا کہنے پر مت بولا کرو۔ مگر آپ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مجھے اس سے بڑی مسرت اور خوشی ہوتی ہے۔ نواب صاحب لوہارو اور نواب صاحب ممدوٹ بھی مرزا جی ہی کہا کرتے تھے۔

سید صاحب میں بہت سی ایسی خوبیاں تھیں کہ جن کو دیکھ کر ان پہ رشک آتا تھا۔ وہ سید تھے مگر جب قادیان میں ہجرت کی تو کسی قسم کے کام سے پرہیز نہ کیا۔ کبھی ہوٹل کھولا۔ کبھی دودھ کی دوکان کی۔ کبھی قصائی کی دوکان کی۔ اور یہ سب کام محض اس لئے کرتے تھے کہ کسی طرح قادیان میں رہنے کی توفیق مل رہے۔ اور قادیان سے دور نہ رہوں۔ اور اس غرض کے لئے کسی معمولی سے معمولی کام کرنے سے بھی عار نہ کرتے تھے۔ یہ عشق کی آگ تھی جو ان سے یہ کام کراتی تھی۔ جیسے حضرت شیخ غلام احمد صاحب نو مسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں پھر اپنے محبوب کے لئے بھٹیارا رہا۔

پس ان لوگوں کو کسی قسم کے کام سے عار نہ تھا تا کہ کسی طرح وہ دیار محبوب سے الگ نہ ہوں۔

اپنے بچوں کی شادیاں

یہی نہیں بلکہ جب اس سلسلہ میں پیوست ہوئے تو ایسے جڑے کہ گویا اس سے قبل کسی سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ اپنی لڑکیوں کی شادیاں کیں تو سب غیر سیدوں کے ہاں کر دیں۔ اور کبھی اس امر کا ذرہ بھی خیال نہ کیا کہ ان کی برادری اور رشتہ دار لوگ کیا کہیں گے۔ میں نے دیکھا اس معاملہ میں معمولی سے معمولی اور غریب سے غریب آدمی بھی پورا نہیں اترتا۔

(باقی آئندہ)

اسلامی دنیا

شام میں فرانسیسی دورِ حکومت پر ایک نظر

(۳)

حکومت کی سیاسی غلطیاں

ملک فیصل کی سلطنت کی تباہی کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے عرب خاموشی سے برداشت کر لیتے۔ کیونکہ اس طریق سے ان کی سخت اہانت ہوئی تھی۔ جو معاہدات ان سے کئے گئے تھے۔ ان کو ردی کاغذات کی طرح ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا تھا۔ اور ان قربانیوں کو ٹھکرا دیا گیا تھا۔ جو انہوں نے ترکوں کے ساتھ جنگ کرنے میں کی تھیں۔

ملک فیصل کی حکومت کی تباہی نے عربوں کے دل پر ایک ایسا گہرا زخم لگا دیا تھا۔ کہ وہ ہر سال استقلال شام کی یاد میں ایک دن منانے لگے۔ اور اس دن اپنے اس زخم کو دیکھ دیکھ کر آنسو بہایا کرتے تھے۔

الغرض یہ زخم کوئی معمولی زخم نہ تھا۔ مگر چونکہ حکومت فرانس کے تدبر کا دیوالہ نکل چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے غلطی پر غلطی۔ نادانی پر نادانی۔ اور حماقت پر حماقت کی۔

دو لاکھ پونڈ عثمانی زرِ تاوان

چنانچہ مجروح دل عربوں کو جو دمشق اور حلب اور حمص۔ اور حماہ کے علاقوں میں سکونت پذیر تھے۔ جہاں ملک فیصل نے عربی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ سزا دی گئی کہ وہ فرانسیسی حکومت کو دو لاکھ پونڈ عثمانی بطور زرِ تاوان ادا کریں۔

مفلوک الحال عربوں کے لئے اتنی گراں بہا رقم ادا کرنا انکی موت سے کم نہ تھا۔ پھر اس پر بس نہ کیا گیا بلکہ شہری اور بدوی عربوں سے ہتھیار لے کر ان کو نہتا کر دیا۔ عرب مال دے سکتا ہے۔ جان قربان کر سکتا ہے۔ مگر وہ اپنے ہتھیار کو جدا نہیں کر سکتا۔ یہ ایسی خطرناک غلطی تھی جس کی کبھی تلافی نہیں ہو سکتی تھی۔ عربوں کے خون کھولنے لگے اور وہ اندر ہی اندر سازشوں کا وسیع جال پھیلانے لگے۔ ان کو محسوس ہوا کہ وہ اپنے بھائیوں کی غلامی سے نکل کر ایک اور قوم کی غلامی میں پھنس گئے ہیں۔ اور وہ قوم ایسی قوم ہے جس کے نزدیک نہ عہود کی قدر ہے۔ اور نہ ہی وہ کسی میثاق کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ایک آگ تھی جو اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔

حوران کی بغاوت

جولائی ۱۹۲۰ء کو حوران میں بغاوت ہوئی۔ اس بغاوت کو روکنے کے لئے علاء الدین دروبی پرائم منسٹر شام اپنے چند رفیق وزراء اور معززین کو لے کر گیا۔ وزیر اعظم کی گاڑی جب خربۃ الغزالہ اسٹیشن پر پہنچی۔ تو باغیوں نے اسٹیشن پر پہنچ کر گاڑی پر حملہ کر دیا۔ وزیر اعظم اور دیگر وزراء دوڑ کر اسٹیشن کے کمروں میں چھپ گئے۔ جہاں سے ان کو کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ اور قتل کر دیئے گئے

حکومت نے اپنے وقار کو قائم کرنے کے لئے ایک جنگی حملہ کیا۔ کمزور حورانی تباہ و برباد ہوئے۔ جب حکومت کو فتح ہوئی۔ تو اس نے ساتھ ہی ان سے ایک لاکھ بیس ہزار سنہری پونڈ بطور زرِ تاوان وصول کیا ۔۔ اور اس طرح یہ ایک دوسری گرانبہا رقم وصول کی گئی۔

حورانیوں کے ظاہری دم خم نکل گئے وہ بظاہر ٹھنڈے پڑ گئے۔ مگر ان کے ہر ایک فرد کے دل میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی۔ اور وہ اندر ہی اندر حکومت کے مٹانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ فرانسیسی مدبرین بہت خوش تھے کہ اب ہمارا سکہ بیٹھ جائیگا۔ اور غالباً اب کوئی صوبہ یا علاقہ سر نہیں اٹھائیگا۔ وہ اس قسم کے خیالات میں محو تھے اور "سے ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال" کی صورت نمودار ہو گئی۔

جبل دروز کے باشندوں نے ۳۰ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو کانفرنس "سویدا" میں کی۔ اس کانفرنس نے اپنے لئے ایک دستور اساسی تجویز کیا جس کے بارہ بند تھے۔ نمونے کے طور پر میں یہاں تین بندوں کا ذکر کرتا ہوں۔

(بند اول) اس حکومت کا نام حکومت جبل دروز ہوگا۔ اور یہ حکومت شوری حکومت ہوگی۔ اور پورے طور پر اندرونی نظام میں انڈیپنڈنٹ ہوگی۔

(بند دوم) یہ حکومت فرانسیسی انتداب کو اس صورت میں منظور کرے گی۔ کہ وہ اس حکومت کے داخلی معاملات میں دخل نہ دے۔

(بند سوم) اس حکومت کا رئیس ایک وطنی یا ملکی آدمی ہوگا۔ جسے تین سال کے لئے بذریعہ ووٹ منتخب کیا جایا کریگا۔

یہ دستور اساسی تجویز کر کے ایک وفد کے ذریعے حکومت فرانس کے نمائندوں کے پاس بھیجا گیا۔ مگر حکومت نے نمائندگان کو سلطنت میں رفیع المنزلت عہدے دینے کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس دستور کی بجائے ایک جدید دستور منظور کر کے بھیج دیا۔ جس کے سولہ بند تھے۔ اور وہ پہلے دستور کے بالکل خلاف تھا۔

میں یہاں اس نئے دستور کے بھی تین بند درج کر دیتا ہوں تاکہ مضمون پڑھنے والے شخص کو موازنہ کرنے کا موقع مل سکے

(بند اول) جبل دروز اور حوران میں ایک وطنی حکومت مشکل کی جاتی ہے۔ جسے دفتری طور پر وسیع معنوں میں استقلال حاصل ہوگا۔ مگر یہ استقلال فرانسیسی حکومت کے ماتحت ہوگا اس حکومت کی حدود فرانسیسی حکومت بعد میں مقرر کرے گی

(بند دوم) یہ وطنی حکومت ہوگی۔ اور اس کے عہدہ دار بھی وطنی ہوں گے۔ مگر حکومت منتدبہ کی طرف سے دو فرانسیسی مستشار مقرر کئے جائیں گے۔ جو وطنیوں کو کام سکھائیں گے اور قانون پر چلنا بتلائیں گے۔ اور اس حکومت کی آخری اپیل ہائی کمشنر فرانسیسی کے پاس ہوگی۔ اس حکومت کا نام فرانسیسی حکومت تجویز کرے گی۔ جبکہ ہائی کمشنر اس کی منظوری دے دیگا۔

(بند سوم) اس حکومت کا رئیس ایک وطنی شخص ہوگا۔ جس کی مدت حکومت چار سال ہوگی۔ اسے منتخب کیا جائیگا مگر وہ اپنے عہدے پر اس وقت فائز ہوگا۔ جبکہ فرانسیسی حکومت اس کے انتخاب کو منظور کرے گی۔

جب جبل دروز کے باشندوں کو اس دستور کا علم ہوا۔ ان کی تمام امیدوں پر پانی پڑ گیا۔ اور ان کو سخت صدمہ ہوا کیونکہ انہیں فرانسیسی احتلال سے قبل جنرل گورو نے کہا تھا۔ کہ تم کو مکمل آزادی دی جائے گی۔ پھر احتلال کے بعد بھی رسمی طور پر بھی اس کا اعتراف کیا گیا تھا۔

مگر

جب وقت آیا۔ اس وقت بالکل حالات بدل گئے۔ اور فرانسیسی قوم نے حسب عادت اپنی آنکھیں بدل لیں۔ اور ان معاہدات کو ردی کا پرزہ سمجھ کر پھینک دیا۔

جعلی مجلس نیابی

۲۶ مئی ۱۹۲۱ء کو اہالیان جبل دروز کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کے لئے مجلس نیابی کا ڈھونگ رچایا گیا۔ اور اس پر امیر سلیم اطرش کو جو دستور کے تبدیل کرنے والے لیڈروں میں تھے جبل دروز کا گورنر بنایا گیا۔ اور قومندان ٹرانگا کو انکا مستشار بنایا گیا۔

جشنِ استقلال

یورپ نے سیاست کے جو ڈھنگ سیکھے ہیں وہ کیسے آتے ہیں۔ ان کی ہر بات انوکھی اور نرالی ہوتی ہے۔ اس مجلس نیابی کو جسے دروزی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حقیقت کا رنگ چڑھایا گیا۔ اور دنیا کے سامنے یہ پیش کیا گیا۔ کہ اہل جبل اس نظام حکومت سے بہت خوش ہیں۔ چنانچہ اس مسرت کا اظہار کرنے کے لئے ایک جشن استقلال منانے کی تجویز ہوئی۔ جو اپریل ۱۹۲۲ء میں بڑے دھوم دھام سے سرکار پرستوں نے منایا۔ موسیو شغلر معتمد ہائی کمشنر دمشق سے تشریف لائے۔ استقلال جبل دروز کا اعلان پڑھا گیا۔ سرکار سے ساز باز رکھنے والے ممبر منتخب کئے گئے۔ مگر یہ سب کچھ دروزیوں کو خوش نہ کر سکا امیر سلیم جبل سے دمشق میں منتقل ہو گیا۔ اس طرح حکومت مستشار کے ہاتھ میں رہ گئی۔

امیر سلیم کی موت

یک بیک ایک اور زلزلہ جبل دروز میں رونما ہوا۔ اور وہ امیر سلیم کی موت کی وجہ سے ہوا۔ امیر سلیم بیمار ہو گئے اور فوراً مر گئے۔ وطنی حلقوں میں آجتک یہ یقین کیا جاتا ہے کہ امیر سلیم کو زہر دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

امیر سلیم کی موت سے جبل دروز کی گورنری پھر خالی ہو گئی - اور کئی آدمی امید وار بن بیٹھے۔ حکومت نے اس جھگڑے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیپٹن کاربیہ کو قائمقام گورنر بنا دیا ؎

(باقی آئندہ)

(بقیہ فہرست صفحہ ۲)

نمبر خریداری	نام خریدار	بقایا		پیشگی سنہ ۳۷	کل میزان
۳۸۲	غلام محمد صاحب گوہر ایران	سنہ ۳۴ تا ۳۶	۲۰ روپے ۴ر	۶ روپے ۱۲ر	۲۷ روپیہ
۳۸۳	عبدالعظیم صاحب شنگھائی -	سنہ ۳۶	۶ روپے ۱۲ر	〃	۱۳ روپے ۸ر
۳۸۵	غلام محمد صاحب ہانگ کانگ -	سنہ ۳۴ تا ۳۶	۲۰ روپے ۴ر	〃	۲۷ روپیہ
۳۸۷	جوگی امانت اللہ خانصاحب افریقہ	〃	〃	〃	〃
۳۹۱	محمد خانصاحب طہران (ایران)	〃	〃	〃	〃
۳۹۲	ایس-ایم حسین صاحب کیمبرج	〃	〃	〃	〃
۳۹۴	ڈاکٹر رشید احمد صاحب دایری	〃	〃	〃	〃
۳۹۵	اے-بی-خان آسٹریلیا -	〃	〃	〃	〃
۳۹۶	حاجی عبداللطیف نور محمد صاحب بغداد -	سنہ ۳۶	۶ روپے ۱۲ر	〃	۱۳ روپے ۸ر
۴۰۳	چوہدری عبدالعزیز صاحب افریقہ -	سنہ ۳۴ و ۳۵	۱۳ روپے ۸ر	×	×
۴۰۶	شہاب الدین صاحب افریقہ -	سنہ ۳۴ تا ۳۶	۲۰ روپیہ ۴ر	۶ روپے ۱۲ر	۲۷ روپے
۴۰۷	حکیم فضل الرحمن صاحب مبلغ نائیجیریا -	سنہ ۳۵ تا ۳۶	۱۳ روپے ۸ر	〃	۲۰ روپے ۴ر
۴۱۰	اے-ایچ صاحب یوگنڈا -	سنہ ۳۵ و ۳۶	۱۵ روپے	〃	۲۱ روپیہ ۱۲ر
۴۱۳	مستری محمد حسین صاحب -	سنہ ۳۶	۶ روپے ۱۲ر	〃	۱۳ روپیہ ۸ر
۴۱۶	محمد عمر صاحب افریقہ	سنہ ۳۴ تا ۳۶	۲۰ روپے ۴ر	〃	۲۷ روپیہ
۴۱۸	عبدالکریم صاحب دارالسلام (افریقہ)	〃	〃	〃	〃
۴۱۹	عبدالرحیم صاحب لنڈن	〃	〃	〃	〃
۴۹۲	ایم محمد رفیق صاحب آبادان (ایران)	سنہ ۳۵ تا ۳۶	۱۳ روپیہ ۸ر	〃	۲۰ روپیہ ۴ر
۵۶۰	شیخ محمد یوسف صاحب 〃	سنہ ۳۵ و ۳۶	۹ روپے ۸ر	〃	۱۶ روپے
۶۴۶	لالہ نور حسین صاحب 〃	〃	۱۳ روپے ۸ر	〃	۲۰ روپیہ ۴ر
۶۶۱	سید عبدالرحمن صاحب امریکہ	سنہ ۳۶	۶ روپیہ ۱۲ر	〃	۱۳ روپیہ ۸ر